

# بانی تحریکِ تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی: حیات، خدمات، اور تصوف و جہاد کا نظریہ

## حصہ اول: پس منظر، شخصیت، اور روحانی تشکیل

بیسویں صدی کے برصغیر پاک و ہند میں جن اسلامی شخصیات نے امت مسلمہ پر گہرے اور دور رس اثرات مرتب کیے، ان میں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی کا نام ایک منفرد اور ممتاز مقام رکھتا ہے۔ آپ نے تبلیغی جماعت کی بنیاد رکھ کر دعوت و اصلاح کا ایک ایسا عالمگیر نظام قائم کیا جس کی نظیر گزشتہ کئی صدیوں میں نہیں ملتی۔ اس تحریک کی روح اور اس کے بانی کے افکار کو سمجھنے کے لیے لازم ہے کہ اس ماحول، علمی ورثے اور روحانی پس منظر کا گہرائی سے جائزہ لیا جائے جس نے آپ کی شخصیت کی تشکیل کی۔ مولانا الیاس کا کام محض ایک ردِ عمل نہیں تھا، بلکہ یہ ان کی گہری روحانی بصیرت اور امت کے لیے بے پناہ درد کا عملی ظہور تھا، جس کی جڑیں ان کی ابتدائی زندگی اور تربیت میں پیوست تھیں۔

### ۱.۱ - کاندھلہ اور جھنجھانہ: علم و تقویٰ کا گہوارہ

حضرت مولانا محمد الیاس کی ولادت 1303ھ (1885ء) میں اتر پردیش کے ضلع مظفر نگر کے قصبہ کاندھلہ میں ہوئی<sup>۱</sup>۔ یہ دور برطانوی ہند کا تھا اور مسلمان سیاسی زوال کے ساتھ دینی انحطاط کا بھی شکار تھے۔ آپ کا خاندان صدیقی شیوخ سے تعلق رکھتا تھا اور علم و فضل اور تقویٰ و طہارت میں ایک خاص شہرت کا حامل تھا<sup>۲</sup>۔ آپ کے والد ماجد مولانا محمد اسماعیل ایک جید عالم اور خدا ترس بزرگ تھے<sup>۳</sup>۔ آپ کا گہرانہ محض علمی مباحث کا مرکز نہ تھا، بلکہ عملی دینداری کا ایک جیتا جاگتا نمونہ تھا۔ اس خاندان کے مرد حضرات جہاں علم و عمل کے پیکر تھے، وہیں خواتین بھی عبادت گزاری، شب بیداری، اور ذکر و تلاوت میں اپنی مثال آپ تھیں<sup>۴</sup>۔

یہ ماحول آپ کی شخصیت پر نقش ہونے والا سب سے پہلا اور گہرا اثر تھا۔ آپ نے بچپن ہی سے علم اور عمل کو لازم و ملزوم پایا۔ یہ محض ایک نظریاتی بات نہیں تھی، بلکہ روزمرہ کا مشاہدہ تھا کہ علم کا نور عمل کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور عمل کی استقامت علم کی پختگی سے آتی ہے۔ بعد میں جب آپ نے امت کی وسیع پیمانے پر اصلاح کا بیڑا اٹھایا تو آپ کا بنیادی تشخیصی نکتہ یہی تھا کہ مسلمانوں میں علم اور عمل کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔ آپ نے امت کی سب سے بڑی بیماری اسی کو قرار دیا کہ کلمہ زبان پر تو ہے مگر زندگی میں نہیں، نماز کی فرضیت کا علم تو ہے مگر اس پر عمل کی روح موجود نہیں۔ اسی لیے آپ کی تحریک کا نقطۂ آغاز ہی یہ تھا کہ بنیادی دینی علم (کلمہ و نماز) کو فوری اور ٹھوس عمل میں تبدیل کیا جائے۔ آپ نے دراصل اپنے گھر کے اس مثالی نمونے کو پوری امت میں عام کرنے کی کوشش کی، جہاں علم محض ذہنی عیاشی نہیں بلکہ عملی زندگی کا رہنما تھا۔

### ۱.۲ - گنگوہ و دیوبند: علمی و روحانی سفر کی تکمیل

آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم کے زیر سایہ ہوئی<sup>۴</sup>۔ اس کے بعد آپ اپنے بڑے بھائی، مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی (حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کے والد) کے ہمراہ گنگوہ تشریف لے گئے، جہاں آپ نے آٹھ نو برس قیام کیا<sup>۱</sup>۔ گنگوہ اس وقت علمائے ربانین اور صلحاء کا مرکز تھا، اور یہاں آپ کو قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی صحبت اور بابرکت مجالس سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا<sup>۲</sup>۔ یہ دور آپ کی روحانی اور اخلاقی تربیت کے لیے سنگِ میل ثابت ہوا۔

علمی تشنگی آپ کو 1326ھ میں دارالعلوم دیوبند لے گئی، جہاں آپ نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی کے حلقہ درس میں شرکت کی اور ان سے بخاری و ترمذی جیسی حدیث کی اہم کتب پڑھیں<sup>۱</sup>۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد بھی آپ نے اپنے بھائی مولانا یحییٰ سے حدیث کا درس جاری رکھا<sup>۱</sup>۔

آپ کی تعلیم و تربیت میں دیوبند کی علمی صلابت اور گنگوہ کی روحانی تڑپ کا ایک حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ دیوبندی مکتب فکر کی بنیادی خصوصیت ہی شریعت پر سختی سے کاربند رہتے ہوئے طریقت کے ذریعے باطن کی اصلاح کرنا ہے۔ مولانا الیاس کی شخصیت اس امتزاج کا کامل نمونہ تھی۔ آپ نے صرف کتابوں کے اوراق سے علم حاصل نہیں کیا، بلکہ اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر اس علم کی روح کو اپنے اندر جذب کیا۔ یہی دوہرا فیضان بعد میں تبلیغی جماعت کے منہج کی بنیاد بنا۔ اس تحریک کا نماز کے ظاہری ارکان کی درستی پر زور دینا دیوبند کے علمی انضباط کا عکاس ہے، جبکہ اخلاص نیت، ذکر الہی، اور باطنی تبدیلی پر توجہ گنگوہ کی روحانی روایت کا تسلسل ہے۔ آپ نے دراصل ایک ایسی متحرک جماعت کی بنیاد ڈالی جو بیک وقت ایک چلتی پھرتی خانقاہ بھی تھی اور ایک گھومتا پھرتا مدرسہ بھی۔

### ۱.۳ - بیعت و سلوک: تصوف کی راہ پر

مولانا الیاس کی روحانی زندگی کا محور آپ کا سلسلہ بیعت تھا۔ آپ کو اپنے وقت کے قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل ہوا<sup>۲</sup>۔ حضرت گنگوہی کی وفات کے بعد آپ نے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے سلوک کی تکمیل کی<sup>۳</sup>۔ آپ کے روحانی تعلق کی گہرائی کا اندازہ اس واقعے سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے مرشد حضرت گنگوہی سے عرض کیا کہ ذکر کے دوران دل پر ایک بوجھ سا محسوس ہوتا ہے۔ یہ سن کر حضرت گنگوہی متفکر ہوئے اور فرمایا کہ ایک بار حضرت مولانا قاسم نانوتوی نے بھی اپنے مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے ایسی ہی شکایت کی تھی، جس پر حاجی صاحب نے فرمایا تھا کہ "اللہ تعالیٰ آپ سے کام لیں گے"<sup>۴</sup>۔

یہ واقعہ محض ایک کرامت یا پیشین گوئی نہیں، بلکہ یہ مولانا الیاس کے مشن کی روحانی اساس اور θεολογική توجیہ ہے۔ آپ کے دل پر محسوس ہونے والا "بوجھ" دراصل امت کی زیوں حالی کا درد تھا، جو ایک حساس اور اللہ والے دل پر فطری طور پر طاری ہوتا ہے۔ حضرت گنگوہی کا جواب اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آپ کی بے چینی اور اضطراب ذاتی نہیں، بلکہ ایک الہی ذمہ داری کا پیش خیمہ ہے۔ اس جواب نے آپ کی مستقبل کی جدوجہد کو ایک ذاتی منصوبے کے بجائے ایک خدائی "کام" کی حیثیت دے دی۔ یہی وجہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے حلقوں میں اس محنت کو آج بھی "کام" یا "اللہ کا کام" کہا جاتا ہے۔ اس تصور نے تحریک کو ایک غیر معمولی تقدس اور عزم عطا کیا۔ اس سے یہ اصول بھی واضح ہوتا ہے کہ کارکنوں کی ذمہ داری صرف محنت اور کوشش کرنا ہے، نتائج اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ یہ تصوف کا ایک بنیادی اصول ہے کہ سالک کا کام بندگی اور خدمت ہے، ثمرات کی فکر کرنا اس کے منصب کے خلاف ہے۔

### حصہ دوم: تحریک تبلیغ کا قیام اور منہج

مولانا الیاس کاندھلوی کی زندگی کا سب سے عظیم کارنامہ تبلیغی جماعت کا قیام ہے۔ یہ تحریک کسی منصوبہ بند کمیٹی یا تنظیم سازی کے نتیجے میں وجود میں نہیں آئی، بلکہ یہ ایک فرد واحد کے دل میں امت کے لیے اٹھنے والی ٹیس اور گہری بے چینی کا فطری نتیجہ تھی۔ اس تحریک کے منہج اور طریق کار کو سمجھنے کے لیے اس مخصوص بحران کا ادراک ضروری ہے جس کے جواب میں یہ تحریک برپا کی گئی۔

### ۲.۱ - میوات کا درد اور امت کی بے چینی

بیسویں صدی کے اوائل میں برطانوی استعمار کے زیر سایہ مسلمانوں کی دینی حالت انتہائی ناگفتہ بہ تھی۔ خاص طور پر دہلی کے نواح میں میوات کا علاقہ، جہاں میو قوم آباد تھی، جہالت اور دینی بے راہ روی کا گڑھ بن چکا تھا<sup>۱</sup>۔ یہ لوگ نام کے مسلمان تھے، لیکن ان کی زندگیوں میں اسلامی عقائد و اعمال کا شائبہ تک نہ تھا۔ عبادات کی تفصیلات تو دور کی بات، وہ کلمہ طیبہ بھی صحیح طرح سے پڑھنے پر قادر نہ تھے<sup>۲</sup>۔ ان کے رسوم و رواج میں

ہندوانہ اثرات گہرے رچ بس چکے تھے اور انہیں اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کی کوئی فکر لاحق نہ تھی<sup>6</sup>۔ اس پر مستزاد یہ کہ آریہ سماج جیسی ہندو احيائي تحريکين شدہی اور سنگتھن کے ذریعے ان نومسلموں کو مرتد بنانے کے لیے سرگرم تھیں<sup>7</sup>۔

یہ صورتحال مولانا الیاسؒ کے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔ آپؒ امت کی اس حالت پر سخت بے چین اور مضطرب رہتے تھے۔ اصلاح کے دیگر مروجہ طریقوں، مثلاً مدارس کے قیام یا وعظ و تقریر سے آپؒ کا دل مطمئن نہیں تھا، کیونکہ یہ طریقے اس وسیع پیمانے کی جہالت اور ارتداد کے خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے ناکافی تھے<sup>1</sup>۔ آپؒ کے اندر ایک ایسی بے چینی تھی جو انہیں کسی بل چین نہیں لینے دیتی تھی<sup>5</sup>۔

مولانا الیاسؒ کا طریق کار ایک ایسے روحانی معالج کا تھا جو کسی ہنگامی آفت زدہ علاقے میں پہنچا ہو۔ میوات کی صورتحال ایک روحانی وبا کی سی تھی، جہاں ارتداد کا خطرہ سر پر منڈلا رہا تھا۔ اس ہنگامی صورتحال نے ہی تبلیغی جماعت کے منہج کی تشکیل کی۔ اس طریق کار کی خصوصیات اسی پس منظر کی پیداوار ہیں:

1. اولین ترجیحات کا تعین (Triage): جس طرح ایک ڈاکٹر آفت زدہ علاقے میں سب سے پہلے زندگی بچانے والی بنیادی امداد فراہم کرتا ہے، اسی طرح مولانا الیاسؒ نے پوری اسلامی تعلیمات کے بجائے صرف ان بنیادی چیزوں پر توجہ مرکوز کی جو ایک مسلمان کے روحانی بقا کے لیے ناگزیر ہیں (یعنی چھ اصول)۔
2. مریض تک رسائی (Mobility): آپؒ نے اس بات کا انتظار نہیں کیا کہ بیمار لوگ چل کر ہسپتال (مدرسہ یا خانقاہ) تک آئیں گے، بلکہ آپؒ نے خود دوا لے کر مریضوں کے دروازوں تک پہنچنے کا نظام بنایا۔ تبلیغی گشت اور جماعتوں کی نقل و حرکت اسی اصول کا عملی مظہر ہے۔
3. آسان نسخہ (Simplicity): آپؒ نے دعوت کا ایک ایسا سادہ اور قابلِ عمل نسخہ ترتیب دیا جسے ہر عامی شخص سمجھ بھی سکے اور دوسروں تک پہنچا بھی سکے۔ زبانی تعلیم، تکرار، اور فضائل کے بیان پر زور اسی سادگی کو یقینی بنانے کے لیے تھا۔

تبلیغی جماعت اپنے آغاز میں دراصل ایک روحانی "فرسٹ ایڈ" مہم تھی جس کا مقصد امت کو ارتداد کے فوری خطرے سے بچانا تھا۔

## ۲.۲ - دعوت کا آغاز: مکتب سے گشت تک

ابتداء میں مولانا الیاسؒ نے روایتی طریقہ اپناتے ہوئے میوات کے علاقے میں کئی مکاتب اور چھوٹے مدارس قائم کیے تاکہ نئی نسل کو دینی تعلیم سے آراستہ کیا جا سکے<sup>1</sup>۔ تاہم، جلد ہی آپؒ پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی کہ یہ طریقہ بہت سست رفتار اور محدود اثر کا حامل ہے۔ معاشرے کی اکثریت ان مکاتب کی پہنچ سے باہر تھی۔

اصل انقلابی تبدیلی آپؒ کے حج سے واپسی کے بعد رونما ہوئی، جب آپؒ نے "تبلیغی گشت" کا طریقہ شروع کیا<sup>1</sup>۔ آپؒ نے عام مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنا کر انہیں گاؤں گاؤں اور گھر گھر جا کر لوگوں کو دین کی بنیادی باتوں (کلمہ اور نماز) کی دعوت دینے پر آمادہ کیا۔ یہ ایک ایسا قدم تھا جس نے دعوت کے کام کی تاریخ بدل دی۔ اس سے پہلے دعوت و تبلیغ کو علماء اور خواص کا کام سمجھا جاتا تھا۔ ایک عام آدمی کے لیے دین کی بات کرنے کے لیے زبان کھولنا پہاڑ سر کرنے کے مترادف تھا<sup>1</sup>۔ مولانا الیاسؒ نے اس تصور کو توڑا اور ہر مسلمان کو یہ احساس دلایا کہ جس طرح نماز پڑھنا ہر ایک پر فرض ہے، اسی طرح دین کی دعوت دینا بھی ہر ایک کی ذمہ داری ہے۔

مکتب کے جامد اور یک طرفہ ماڈل سے گشت کے متحرک اور دو طرفہ ماڈل کی طرف یہ منتقلی ایک فکری انقلاب تھا۔ اس نے دعوت کے کام کو خواص کی اجارہ داری سے نکال کر عوام میں عام کر دیا۔ اس "عوامی دعوت" (Democratization of Da'wah) نے تحریک کو وہ غیر معمولی وسعت اور ہر دلچیزی عطا کی جو اس کی پہچان بنی۔ اس طریق کار نے ہر فرد کو علم کے محض ایک وصول کنندہ سے اس کے فعال مبلغ میں تبدیل کر دیا، جس سے تبلیغ کا ایک خودکار اور تیزی سے پھیلنے والا نظام وجود میں آگیا۔

## ۲.۳ - چھ اصول (چھ باتیں): تحریک کی نظریاتی بنیاد

مولانا الیاسؒ نے اس دعوتی کام کو منظم اور مؤثر بنانے کے لیے چھ بنیادی اصول وضع کیے، جنہیں "چھ باتیں"، "چھ صفات" یا "چھ نمبر" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اصول تبلیغی جماعت کے نصاب، تربیتی پروگرام اور عملی ڈھانچے کی حیثیت رکھتے ہیں<sup>9</sup>۔ یہ چھ اصول درج ذیل ہیں:

1. کلمۃ طیبہ: لا إله إلا الله محمد رسول الله کا صحیح تلفظ، مفہوم اور تقاضوں کا علم اور اس پر کامل یقین پیدا کرنا۔

2. نماز: خشوع و خضوع اور ظاہری و باطنی آداب کے ساتھ نماز قائم کرنا۔
3. علم و ذکر: دین کا بنیادی علم حاصل کرنا اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہنے کی عادت ڈالنا۔
4. اکرامِ مسلم: ہر مسلمان کا اس کے رتبے اور حیثیت سے قطع نظر احترام کرنا اور اس کی خدمت کو اپنا فرض سمجھنا۔
5. اخلاصِ نیت: ہر نیک عمل کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خالص کرنا۔
6. دعوت و تبلیغ (تفرغِ وقت): اللہ کے دین کی خاطر اپنا وقت فارغ کر کے جماعتوں کی شکل میں نکلنا اور دوسروں کو دین کی دعوت دینا۔

یہ چھ اصول محض چند نکات کا مجموعہ نہیں ہیں، بلکہ یہ روحانی ترقی اور انفرادی اصلاح کا ایک مکمل، مربوط اور قابلِ عمل نظام ہیں۔ ان کا باہمی ربط اس طرح ہے:

- کلمہ ایمان کی بنیاد ہے۔
- نماز اس ایمان کا سب سے پہلا اور اہم عملی اظہار ہے۔
- علم و ذکر ایمان اور عمل دونوں کو توانائی اور روح فراہم کرتے ہیں۔
- اکرامِ مسلم اس ایمان کا معاشرتی اور اجتماعی ظہور ہے۔
- اخلاص اس پورے نظام کی داخلی روح اور محرک ہے۔
- دعوت اس نظام کو اپنی ذات میں پختہ کرنے اور دوسروں تک پھیلانے کا ذریعہ ہے۔

یہ چھ نکات دراصل تزکیۂ نفس کا ایک ایسا جامع پروگرام ہیں جیسے کسی بھی جگہ اور کسی بھی وقت، بغیر کسی رسمی ادارے کے، اپنایا جا سکتا ہے۔ ان کی یہی سادگی اور جامعیت اس تحریک کی عالمگیر مقبولیت کا سب سے بڑا راز ہے۔

## حصہ سوم: مولانا الیاس کا نظریۂ تصوف

تبلیغی جماعت اور اس کے بانی مولانا الیاس کاندھلویؒ کے تصوف سے تعلق کو اکثر سطحی طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تحریک محض تصوف سے "متاثر" نہیں، بلکہ یہ درحقیقت تصوف کے بنیادی اصولوں کی ایک جدید، عوامی اور اجتماعی شکل ہے۔ مولانا الیاسؒ نے خانقاہی نظام کی روح کو عام مسلمانوں تک پہنچانے کے لیے اسے ایک نئی عملی صورت عطا کی۔

### ۳.۱ - تبلیغ بطور عملی تزکیہ

مولانا الیاسؒ کے نزدیک تبلیغ کے لیے گھر سے نکلنا محض دوسروں کی اصلاح کا ذریعہ نہیں، بلکہ یہ اپنی ذات کی اصلاح اور تزکیۂ نفس کا سب سے مؤثر طریقہ ہے۔ تصوف کی اصطلاح میں اسے "مجاہدہ" یعنی نفس کے خلاف جدوجہد کہا جاتا ہے۔ اپنا مال خرچ کرنا، سفر کی صعوبتیں برداشت کرنا، اپنے آرام اور کاروبار کو قربان کرنا، اور لوگوں کی طرف سے ملنے والی بے رخی اور طعن و تشنیع کو خندہ پیشانی سے سہنا، یہ سب وہ عملی مشقیں ہیں جو انسان کے اندر سے تکبر، خود غرضی اور ریاکاری کو ختم کر کے عاجزی، صبر اور اخلاص پیدا کرتی ہیں<sup>11</sup>۔ ایک فارسی ماخذ کے مطابق، بانیانِ تحریک کا یہ مؤقف تھا کہ اصلاحِ باطن ہر تبلیغی کے لیے ضروری ہے اور اس کا راستہ طریقت ہے؛ صرف جماعت میں نکلنا اصلاحِ نفس کے لیے کافی نہیں ہے<sup>12</sup>۔

روایتی تصوف میں ایک مرید اپنی اصلاح کے لیے شیخ کی صحبت میں خانقاہ میں قیام کرتا ہے۔ مولانا الیاسؒ نے اسی تصور کو ایک متحرک شکل دی۔ تبلیغی کارکن کے لیے، سفر پر نکلی ہوئی جماعت ہی صالحین کی صحبت ہے، جماعت کا امیر اس کا رہنما ہے، اور یہ پورا سفر اپنی مشقتوں اور قربانیوں کے ساتھ اس کے لیے خانقاہ کا درجہ رکھتا ہے۔ دعوت کا عمل، خصوصاً جب لوگ آپ کی بات کو رد کرتے ہیں اور آپ عاجزی سے اسے برداشت کرتے ہیں، تو یہ انا (نفس) کو توڑنے کا سب سے کارگر ہتھیار بن جاتا ہے، جو کہ تصوف کا مرکزی ہدف ہے۔ اس نقطۂ نظر سے، تبلیغی جماعت تزکیۂ نفس کا ایک سفری نظام (journey-based system of tazkiyah) ہے۔

## ۳.۲ - علم اور ذکر کی لازمیت: تحریک کی روح

مولانا الیاسؒ اس تحریک کے ممکنہ خطرات سے بخوبی آگاہ تھے۔ آپؒ کو اندیشہ تھا کہ کہیں لوگ ظاہری نقل و حرکت اور گشت و سفر ہی کو اصل دین نہ سمجھ بیٹھیں۔ آپؒ کے ملفوظات میں اس حوالے سے ایک انتہائی سخت تنبیہ ملتی ہے۔ ایک موقع پر جب آپؒ شدید علیل تھے، آپؒ نے نظام الدین مرکز میں موجود ایک بڑے مجمع کو پیغام بھجوایا جس کا خلاصہ یہ تھا:

"آپ لوگوں کی یہ ساری چلت پھرت اور ساری جد و جہد بے کار ہوگی، اگر اس کے ساتھ علم دین اور ذکر اللہ کا پورا اہتمام آپ نے نہیں کیا۔ علم اور ذکر دو ایسے بازو ہیں جن کے بغیر اس فضا میں پرواز نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ سخت خطرہ اور قوی اندیشہ ہے کہ اگر ان دو چیزوں کی طرف سے تغافل برتا گیا تو یہ جد و جہد فتنہ اور ضلالت کا ایک نیا دروازہ نہ بن جائے... ورنہ یہ تبلیغی تحریک بھی بس ایک آوارہ گردی ہو کر رہ جائے گی اور لوگ سخت خسارے میں رہیں گے۔"<sup>11</sup>

یہ الفاظ اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ مولانا الیاسؒ کے نزدیک دعوت کی ظاہری محنت محض ایک جسم کی مانند تھی، جس کی روح علم اور ذکر سے عبارت تھی۔ آپؒ جانتے تھے کہ علم کے بغیر عمل اندھا پن ہے، اور ذکر کے بغیر عمل بے جان لاش ہے۔ یہ ان کی گہری روحانی بصیرت کا ثبوت ہے کہ انہوں نے تحریک کے آغاز ہی میں اس خطرے کی نشاندہی کر دی تھی کہ لوگ ذرائع (جماعت میں نکلنا) کو مقصد (اللہ کی رضا اور اپنی اصلاح) سمجھنے کی غلطی کر سکتے ہیں۔ یہ تنبیہ دراصل تحریک کو بے روح رسمیت سے بچانے کے لیے ایک حفاظتی تدبیر تھی۔ آج جب بعض حلقوں کی جانب سے تبلیغی جماعت پر علم کی کمی کا اعتراض کیا جاتا ہے<sup>13</sup>، تو یہ دراصل مولانا الیاسؒ کے اپنے ہی خدشات کی بازگشت معلوم ہوتی ہے۔

## ۳.۳ - تصوف برائے عوام

مولانا الیاسؒ کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے تصوف کے جوہر اور اس کی روح کو روایتی خانقاہی نظام کی پیچیدہ اور مخصوص ثقافتی روایات سے نیکال کر عوام الناس کے لیے قابل عمل اور قابل رسائی بنا دیا۔ انہوں نے صحبت صالحین، ذکر، مجاہدہ، اخلاص، اور خدمت جیسے بنیادی صوفیانہ اصولوں کو برقرار رکھا، لیکن پیری مریدی کے رسمی ڈھانچے کو، جو عام آدمی کی رسائی سے باہر تھا، ایک نئی اجتماعی شکل دی<sup>15</sup>۔

روایتی خانقاہیں اکثر روحانی تربیت کے خصوصی مراکز ہوتی تھیں جہاں ہر کسی کی رسائی ممکن نہ تھی۔ مولانا الیاسؒ نے مقامی مسجد کو تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنا کر اسلامی معاشرے کے سب سے بنیادی اور عوامی ادارے کو ایک نئی روحانی جہت عطا کی<sup>9</sup>۔ تبلیغی جماعت مسجد میں قیام کرتی ہے، وہیں تعلیم کا حلقہ لگاتی ہے، وہیں سے گشت کے لیے نکلتی ہے اور وہیں واپس آکر مشورہ کرتی ہے۔ اس طرح انہوں نے ہر مسجد کو ایک بالقوہ خانقاہ میں تبدیل کر دیا، جس کا دروازہ ہر خاص و عام کے لیے کھلا تھا۔ یہ دراصل روحانی تربیت کے مواقع کو خواص سے عوام تک منتقل کرنے کا ایک انقلابی قدم تھا، جسے بجا طور پر "تصوف برائے عوام" (Tasawwuf for the Masses) کا نام دیا جا سکتا ہے۔

## حصہ چہارم: مولانا الیاس کا نظریۂ جہاد

مولانا محمد الیاسؒ کا ندھلویؒ کے نظریۂ جہاد کو سمجھنے میں اکثر سطح بینی سے کام لیا جاتا ہے۔ ان کی تحریک کے غیر سیاسی اور عدم تشدد پر مبنی طریق کار کو بعض اوقات جہاد کے تصور سے دستبرداری یا فرار سمجھا جاتا ہے۔ تاہم، گہرائی سے جائزہ لینے پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ جہاد کا انکار نہیں، بلکہ امت کی حالت کی درست تشخیص کی بنیاد پر جہاد کی ترجیحات کا از سر نو تعین ہے۔

## ۴.۱ - جہاد کا وسیع تر مفہوم: جہاد اکبر اور جہاد بالدعوة



مولانا الیاسؒ کے نزدیک ان کی پوری تحریک جہاد ہی کی ایک شکل تھی۔ آپؒ کا سارا زور جہاد بالنفس یا جہاد اکبر پر تھا، یعنی اپنے نفس کی اصلاح اور خواہشات کے خلاف جدوجہد، جیسے نبی اکرم ﷺ نے سب سے بڑا جہاد قرار دیا ہے۔ آپؒ کا ماننا تھا کہ جو فرد یا قوم اپنے اندرونی دشمن (نفس) سے شکست خوردہ ہو، وہ بیرونی دشمن پر کبھی غالب نہیں آسکتی۔ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اپنا وقت، مال، اور آرام قربان کر کے لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا، آپؒ کے نزدیک اس دور کا سب سے اہم اور فوری جہاد تھا<sup>11</sup>۔ آپؒ نے اپنی تحریک کو "تجدیدِ ایمان و تکمیلِ ایمان کی تحریک" قرار دیا<sup>18</sup>، کیونکہ آپؒ کے نزدیک ایمان ہی وہ بنیادی قوت ہے جس پر امت کی تمام تر مادی اور روحانی طاقت کا انحصار ہے۔

اس حکمتِ عملی کے پیچھے ایک گہری اسٹریٹجک منطق کارفرما تھی۔ برطانوی استعمار کے دور میں مسلمان ہر طرح سے مغلوب اور بے بس تھے<sup>2</sup>۔ مولانا الیاسؒ کی تشخیص یہ تھی کہ بیرونی دشمن کی کامیابی کی اصل وجہ مسلمانوں کی داخلی کمزوری، یعنی ایمان کی کمی اور اعمال سے دوری ہے۔ لہذا، داخلی محاذ پر فتح حاصل کیے بغیر بیرونی محاذ پر مسلح جدوجہد (جہاد بالسیف) کرنا ایک بے وقت اور مہلک حکمتِ عملی ہوتی۔ آپؒ کا جہاد اکبر پر زور دینا دراصل جنگ سے فرار نہیں تھا، بلکہ یہ اصل جنگ کی تیاری تھی۔ یہ اس اصول پر مبنی تھا کہ پہلے اپنی بنیادوں کو مضبوط کیا جائے، پھر بیرونی چیلنجز کا مقابلہ کیا جائے۔ ایک اہم تاریخی حوالہ یہ بھی ملتا ہے کہ آپؒ نے ابتدائی طور پر "برطانوی سامراج کے خلاف برسرِ پیکار مجاہدین کی تنظیم میں شمولیت اختیار کر لی تھی"<sup>7</sup>۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپؒ کا عدم تصادم کا راستہ اختیار کرنا کسی نظریاتی ارتقاء کا نتیجہ تھا۔ غالباً آپؒ نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ عوام کی روحانی اور ایمانی بنیادوں کو مضبوط کیے بغیر مسلح جدوجہد بے سود ہے، اور اسی لیے آپؒ نے اپنی حکمتِ عملی تبدیل کر کے مسئلے کی جڑ، یعنی عوام کے ایمان کی اصلاح پر اپنی تمام تر توانائی مرکوز کر دی۔

## ۴.۲ - عدم تصادم کی حکمتِ عملی اور سیاست سے اجتناب

تبلیغی جماعت کی سب سے نمایاں اور بعض اوقات متنازعہ خصوصیت اس کا سختی سے غیر سیاسی اور غیر تصادمی رہنا ہے<sup>7</sup>۔ یہ مولانا الیاسؒ کا ایک شعوری اور دانشمندانہ فیصلہ تھا۔ اس کے متعدد اسباب تھے:

- تحریک کا تحفظ: ایک غیر مسلم حکومت کے زیرِ تسلط، کسی بھی قسم کی سیاسی یا تصادمی سرگرمی تحریک کو آغاز ہی میں ختم کروا سکتی تھی۔ غیر سیاسی رہ کر آپؒ نے تحریک کو ریاستی جبر سے محفوظ رکھا۔
- مقصد پر توجہ: آپؒ چاہتے تھے کہ تحریک کی تمام تر توجہ خالصتاً ایمانی اور اخلاقی اصلاح پر مرکوز رہے اور سیاسی جھگڑوں کی وجہ سے اصل مقصد سے توجہ نہ ہٹے<sup>20</sup>۔
- امت کا اتحاد: اس دور میں مسلمان مختلف سیاسی جماعتوں اور نظریات (کانگریس، مسلم لیگ وغیرہ) میں بری طرح منقسم تھے۔ سیاست سے لاتعلقی رہ کر مولانا الیاسؒ نے تبلیغی جماعت کو ایک ایسا غیر جانبدار پلیٹ فارم بنا دیا جہاں ہر سیاسی فکر کا مسلمان صرف دین کے نام پر اکٹھا ہو سکتا تھا۔

یہ غیر سیاسی موقف محض ایک حکمتِ عملی نہیں تھا، بلکہ یہ امت کے اندر اتحاد پیدا کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ بھی تھا۔ اس نے ایک ایسا "مقدس دائرہ" (Sacred Space) تخلیق کیا جہاں سیاسی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر مسلمان اپنے مشترکہ ایمانی ورثے کی بنیاد پر جڑ سکتے تھے۔ تحریک کی عالمگیر کامیابی کا ایک بڑا راز بھی یہی ہے کہ یہ مختلف سیاسی نظاموں میں بغیر کسی رکاوٹ کے کام کر سکتی ہے، کیونکہ اسے عموماً ریاستی ڈھانچے کے لیے خطرہ تصور نہیں کیا جاتا<sup>19</sup>۔

## ۴.۳ - دیگر اسلامی تحریکوں سے تقابل

مولانا الیاسؒ کے طریقِ کار کو سمجھنے کے لیے ان کے ہم عصر اور ایک اور عظیم اسلامی مفکر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے طریقِ کار سے تقابل کرنا نہایت مفید ہے۔ دونوں شخصیات امت کی اصلاح کے لیے مخلص تھیں، لیکن ان کی تشخیص اور تجویز بالکل مختلف تھی۔ مولانا الیاسؒ نے بیماری کی جڑ فرد کے ایمان کی کمزوری کو قرار دیا اور اپنی اصلاحی کوششوں کا آغاز نیچے سے (bottom-up) کیا، جس کا مقصد فرد کی اصلاح کے ذریعے معاشرے کی اصلاح تھا۔ اس کے برعکس، مولانا مودودیؒ نے اصل مسئلہ غیر اسلامی نظامِ حکومت اور فکری گمراہی کو سمجھا اور تبدیلی کے لیے اوپر سے نیچے (top-down) کا راستہ اختیار کیا، جس کا ہدف اسلامی ریاست کا قیام تھا<sup>7</sup>۔

اسی نظریاتی فرق کی بنا پر جماعتِ اسلامی کی جانب سے تبلیغی جماعت پر یہ تنقید بھی کی گئی کہ اس نے "اسلام میں تلوار سے جہاد کرنے کی روح کو کچل ڈالا ہے"<sup>7</sup>۔ دونوں تحریکوں کے منہج کا فرق درج ذیل جدول سے واضح ہوتا ہے:

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا نقطہ نظر ( Maulana Maududi's Viewpoint)	مولانا الیاس کاندھلویؒ کا نقطہ نظر (Maulana Ilyas's Viewpoint)	پہلو (Aspect)
غیر اسلامی نظامِ حکومت اور فکری گمراہی ( Un-Islamic system of governance and intellectual deviation)	ایمان کی کمزوری اور اعمال سے دوری ( Weakness of faith and distance from practice)	بنیادی مسئلہ (Core Problem)
ریاست اور اجتماعی نظام کی تبدیلی ( Change of the state and collective system)	فرد کی داخلی اصلاح ( Internal reform of the individual)	تبدیلی کا نقطہ آغاز (Starting Point)
سیاست، ادب، اور علمی و فکری محاذ ( Politics, literature, and the intellectual/ideological front)	مساجد، محلے، اور افراد کے قلوب ( Mosques, neighborhoods, and hearts of individuals)	کام کا میدان ( Field of Work)
تعلیم یافتہ طبقہ اور دانشور ( The educated class and intellectuals)	عوام الناس، قطع نظر علمی سطح کے ( The common Muslim, regardless of scholarly level)	مخاطبین ( Primary Audience)
اسلامی انقلاب کی فکری بنیاد فراہم کرنا ( Providing the intellectual basis for an Islamic revolution)	مسلمانوں کو 'مسلمان' بنانا ( Making 'Muslims into 'Muslims)	فوری ہدف ( Immediate Goal)
اقامتِ دین کے لیے ہمہ جہت جدوجہد بشمول سیاسی و انقلابی جہاد ( An all-encompassing struggle for the establishment of Deen, including political and revolutionary jihad)	جہادِ اکبر (نفس کی اصلاح) اور جہادِ بالدعوة ( The Greater Jihad and Jihad through invitation)	جہاد کا تصور ( Concept of Jihad)

یہ جدول واضح کرتا ہے کہ مولانا الیاسؒ کا جہاد سے گریز دراصل ایک مختلف قسم کے جہاد پر تمام تر توجہ مرکوز کرنے کا نتیجہ تھا، جیسے وہ وقت کی سب سے بڑی ضرورت سمجھتے تھے۔

## حصہ پنجم: ورثہ، اثرات، اور تنقیدی جائزہ

مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ 13 جولائی 1944ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے<sup>۱</sup>، لیکن ان کی لگائی ہوئی تحریک آج ایک تناور درخت بن چکی ہے جس کی شاخیں پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کے ورثے کا جائزہ لیتے ہوئے اس کی بے مثال کامیابیوں کے ساتھ ساتھ ان علمی تنقیدات کا ذکر بھی ضروری ہے جو اس پر کی جاتی رہی ہیں۔

## ۵.۱ - ایک عالمی تحریک کا ورثہ

مولانا الیاسؒ کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اور پھر حضرت مولانا انعام الحسنؒ کی قیادت میں تبلیغی جماعت نے غیر معمولی ترقی کی<sup>25</sup>۔ میوات کے چند دیہاتوں سے شروع ہونے والی یہ تحریک آج 200 سے زائد ممالک میں لاکھوں کارکنان کے ساتھ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی تحریک بن چکی ہے<sup>25</sup>۔ اس کی پہلی بیرون ملک جماعت 1946ء میں حجاز اور انگلینڈ روانہ ہوئی<sup>25</sup>۔ آج امریکہ، یورپ، افریقہ، اور ایشیا کے کونے کونے میں اس کا کام جاری ہے۔ اس کی کامیابی کا سب سے بڑا ثبوت وہ لاکھوں افراد ہیں جن کی زندگیوں میں اس تحریک کے ذریعے مثبت تبدیلی آئی اور وہ دین کے بنیادی فرائض، خصوصاً نماز کے پابند بنے<sup>6</sup>۔

اس تحریک کی عالمی توسیع کا ایک سب سے دلچسپ پہلو اس کا "غیر منظم تنظیمی ڈھانچہ" (Unstructured Structure) ہے۔ اس کا کوئی سالانہ بجٹ، کوئی بینک اکاؤنٹ، کوئی باقاعدہ ممبرشپ لسٹ یا آرگنائزیشنل چارٹ نہیں ہے<sup>3</sup>۔ یہ مولانا الیاسؒ کی اس سوچ کا تسلسل ہے کہ یہ کام روح اور اخلاص سے چلتا ہے، فائلوں اور دفاتروں سے نہیں۔ اس غیر رسمی ڈھانچے نے اسے مختلف ثقافتی اور سیاسی ماحول میں آسانی سے پھیلنے میں مدد دی ہے کیونکہ یہ لچکدار اور ہر حال میں قابل عمل ہے۔ تاہم، یہی غیر رسمی پن اور شفافیت کا فقدان بعض مغربی ممالک میں اس تحریک کو شکوک و شبہات کی نظر سے دیکھے جانے کا سبب بھی بنتا ہے<sup>15</sup>۔

## ۵.۲ - علمی و تنقیدی جائزہ

اپنی تمام تر کامیابیوں اور مثبت اثرات کے باوجود، تبلیغی جماعت مختلف علمی حلقوں کی جانب سے تنقید کا ہدف بھی رہی ہے۔ ان تنقیدات کا خلاصہ درج ذیل نکات میں کیا جا سکتا ہے:

1. عقائد اور منہج پر تنقید: بعض سلفی اور اہل حدیث علماء اس تحریک کے طریق کار، مثلاً چلہ کشی اور جماعت میں نکلنے کو دین میں اضافہ یا بدعت قرار دیتے ہیں<sup>15</sup>۔ اس کے علاوہ، تحریک کے بنیادی نصاب "فضائل اعمال" نامی کتاب میں ضعیف احادیث اور صوفیاء کے ایسے واقعات کے شامل ہونے پر شدید تنقید کی جاتی ہے جو بعض کے نزدیک توحید کے منافی ہیں<sup>14</sup>۔
2. علم کی کمی کا اعتراض: ایک عام اعتراض یہ ہے کہ یہ تحریک اعمال کے فضائل پر بہت زور دیتی ہے لیکن عقائد کی پختگی اور دین کے جامع علم کے حصول کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دیتی<sup>13</sup>۔ ناقدین کا کہنا ہے کہ اس سے ایک ایسی نسل تیار ہو رہی ہے جو دین کے جزئیات پر تو عمل پیرا ہے لیکن دین کی کلی سمجھ اور فکری گہرائی سے محروم ہے۔
3. سیاسی اور سماجی لاتعلقی: جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، بعض اسلامی تحریکیں، خصوصاً جماعت اسلامی، اس کے غیر سیاسی کردار کو دین کے اجتماعی اور سیاسی پہلوؤں سے فرار قرار دیتی ہیں۔ ان کا مؤقف ہے کہ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے اور اسے صرف عبادات تک محدود کر دینا دین کی ناقص تفہیم ہے<sup>7</sup>۔

ان تنقیدات کا جائزہ لیتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ تبلیغی جماعت ایک طرح سے اپنی ہی کامیابی کا شکار ہوئی ہے۔ جس طریق کار کو میوات کے ان پڑھ اور دین سے بے بہرہ عوام کی ہنگامی اصلاح کے لیے وضع کیا گیا تھا<sup>6</sup>، جب اسے دنیا بھر کے تعلیم یافتہ اور مختلف پس منظر رکھنے والے مسلمانوں پر لاگو کیا جاتا ہے تو اس کی محدودیت اور کمزوریاں نمایاں ہو جاتی ہیں۔ جو سادگی اس کی ابتدائی طاقت تھی، وہی آج بعض کے نزدیک اس کی علمی کمزوری شمار ہوتی ہے۔ تحریک کو آج اس چیلنج کا سامنا ہے کہ وہ اپنے بانی کے بنیادی اصولوں پر قائم رہتے ہوئے دور جدید کے فکری اور علمی تقاضوں سے کیسے ہم آہنگ ہو سکتی ہے۔

## ۵.۳ - حرفِ آخر: امت پر اثرات

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ ایک ایسی شخصیت تھے جن کی پوری زندگی امت کے درد اور اصلاح کی فکر میں گزری<sup>8</sup>۔ وہ ایک دھن کے پکے، سراپا اخلاص اور اللہ پر کامل توکل رکھنے والے بزرگ تھے۔ انہوں نے ایک ایسا سادہ، قابل عمل اور مؤثر نظام وضع کیا جس نے کروڑوں مسلمانوں کو ان کے دین کی بنیادی تعلیمات سے دوبارہ جوڑ دیا۔



اگرچہ ان کی تحریک علمی تنقید سے بالاتر نہیں، لیکن عوام الناس کی سطح پر دینی بیداری پیدا کرنے اور لاکھوں افراد کو بے عملی کی زندگی سے نکال کر مسجد اور نماز سے جوڑنے میں اس کی خدمات ناقابل انکار ہیں۔ مولانا الیاسؒ کی عظمت کا ایک پہلو ان کی عاجزی اور انکساری بھی ہے۔ آپؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں جو کچھ کہوں، اسے کتاب و سنت کی کسوٹی پر پرکھو؛ صرف میرے کہنے پر عمل کرنا بددینی ہے<sup>18</sup>۔ یہ قول ان کے خلوص اور دین کے ساتھ ان کی سچی وابستگی کا آئینہ دار ہے۔

مولانا محمد الیاسؒ کا اصل ورثہ صرف ایک تحریک کا قیام نہیں، بلکہ انہوں نے ہر عام مسلمان کے دل میں دین کے لیے ذاتی ذمہ داری کا احساس بیدار کیا۔ انہوں نے ایک عامی اور غیر فعال مسلمان کو دعوت کے عظیم نبوی مشن کا ایک فعال کارکن بنا دیا، اور یہی ان کا امت پر سب سے بڑا اور پائیدار احسان ہے۔